انبیاء کرام اسلام کی نظر میں

(مولانا محمد ظفیر الدین صاحب دار الافتاء دار العلوم دیوبند)

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کر کے انھیں بے سہارا نہیں چھوڑا، بلکہ اپنی رافت و رحمت سے اس نے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا، اور ان کے ذریعہ خیر و شر، ظلمت و نور، اور حق و باطل کی نشان دہی کی، تاکہ بندے اپنے مولائے حقیقی سے غافل نہ ہو سکیں، اور نجات کی راہ کو چھوڑ کر بربادی کی راہ پر نہ لگ جائیں۔

اللہ تعالیٰ کی یہ بھی رحمت ہے اس نے نبی کسی غیر جنس کے افراد کو نہیں بنایا، کہ لوگوں کو شکوک و شبہات کے دلدل میں پھنسنا پڑے، وحشت و دہشت سے دوچار ہونا پڑے اور یہ دیکھ کر کہ یہ ہم سے الگ جنس ہیں بدک جائیں۔

بلکہ انسانوں ہی میں سے کچھ افراد کو اس نے منتخب فرمایا، ان میں نبوت کی صلاحیت ودیعت فرمائی، شروع زندگی سے ان کی نگرانی کی، اور اعلیٰ علوم، اعلیٰ عقل، اور اعلیٰ اخلاق کا حامل بنا کر انسانوں میں بھیجا، گو یہ صحیح ہے کہ کچھ نادانوں نے حیرت سے پوچھا۔

قَالُوٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا (۹۵) انھوں نے کہا کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟

یعنی ان کا سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ بشر رسول کیسے ہوگا، بشر کو تو رسول نہیں ہونا چاہیے، اگر رسول ہونا ہی تھا تو فرشتہ کو ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل - ۱۰۰)

آپ فرما دیجئے کہ اگر زمین پر فرشتے ہوتے، کہ وہ اس میں چلتے بستے، تو البتہ ہم ان پر آسمان سے فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے۔

جواب کا ماحصل یہ ہے کہ جن میں رسول آیا ہے ان لوگوں میں اور جو رسول بن کر آیا، اس میں

مناسبت ضروری ہے، اگر قوم فرشتوں کی ہوتی، تو رسول بھی فرشتہ ہی ہوتے، لیکن جب بسنے والی قوم انسانوں کی ہے، تو رسول کو بھی انسان ہی ہونا چاہیئے، اور یہی وجہ ہے کہ بشر کو ہی رسول بنا کر بھیجا گیا۔

حضرت مرشد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اگر کسی کو یہاں وسوسہ ہو کہ جب ایسی بات ہے تو فرشتے جو نبی کے پاس وحی لے کر آتے ہیں، ان کو بھی فرشتہ نہیں ہونا چاہیئے تھا، کیوں کہ اس طرح پھر یہاں بھی مناسبت جو ضروری ہے، باقی نہیں رہتی ہے۔ اس لئے کہ رسول انسان ہیں اور وحی لانے والے فرشتے۔

جواب کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"جواب یہ ہے کہ رسول میں چوں کہ شان ملکیت کی بھی ہوتی ہے اس لئے اس (نبی) کو فرشتہ اور بشر دونوں سے مناسبت ہوتی ہے، کہ فرشتہ سے وحی لے کر بشر کو پہنچا دے، بخلاف عوام بشر کے، ان میں شان ملکیت کی نہیں ہوتی ہے، اس لئے کہ مجانست شرطِ مناسبت ہے۔"[1]

پھر آگے ایک دوسرے اشکال کا جواب تحریر فرماتے ہیں

"اور اگر یہ وسوسہ ہو کہ اگر فرشتہ آدمی کی شکل میں بن کر آجاتا تو عوام کو بھی مناسبت ہو جاتی، اس کے دو جواب ہیں ...... دوسرا یہ کہ شکل بدلنے سے فرشتہ کی خاصیت نہیں بدلتی، اس لئے پھر بھی مناسبت نہ ہوتی۔"[2]

اس وسوسہ کا پہلا جواب سورۂ انعام میں مذکورہ آیت کا ترجمہ مع تفسیر حضرت تھانوی رح کی ہی زبانِ قلم سے سنئے۔ آیت یہ ہے وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ حضرت تھانوی رح تحریر فرماتے ہیں:

"اگر ہم اس بھیجے ہوئے کو فرشتہ تجویز کرتے، تو چوں کہ فرشتہ کی شکل میں بھیجنا اس لئے نہ ہوتا کہ آدمی ان حواس متعارفہ میں فرشتہ کو اس کی اصلی صورت میں دیکھنے پر قادر نہیں، اس لئے ہم

---

[1] بیان القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۰۲ [2] ایضاً [3] ایضاً ج ۳ صفحہ

اس فرشتہ کو باعتبار شکل کے آدمی ہی بناتے، اور جب آدمی کی شکل پر وہ ہوتا تو ہمارے اس فعل سے اس وقت پھر ان پر وہی اشکال واشتباہ ہوتا، جو اب اشکال واشتباہ کر رہے ہیں، یعنی اس فرشتہ کو بشر سمجھ کر پھر بھی اعتراض کرتے، غرض نزول ملک سے ان کا نفع تو کچھ نہ ہوتا کیونکہ ان کا اشتباہ بحالہ باقی رہتا، اور ان کا خود یہ ہوتا کہ ہلاک کر دیے جاتے، اس لئے ہم نے اس طرح نازل نہیں کیا۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وجہ سے اپنی بشریت کا بار بار اعلان کیا، تاکہ ایک طرف نبی اور خدا میں فرق ظاہر ہو جائے، غلو میں کوئی نبی کو خدا سے ملانے کی سعی نہ کرے، اور دوسری طرف معلوم ہو جائے کہ نبی کا بشر ہونا عیب نہیں، ہنر ہے، ارشادِ ربانی ہے

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ، (کہف۔۱۲)	آپ کہہ دیجیے میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں ہاں مرے پاس وحی آتی ہے کہ بس تمھارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

اس سلسلہ میں بہت سی حدیثیں صحاح ستہ میں موجود ہیں، جن کے نقل کرنے کی یہاں ضرورت نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے انبیاء بھی آدمی ہی تھے اور قرآن نے اس کو بھی صفائی سے بیان کر دیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِم مِّنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ (یوسف۔۱۲)	اور ہم نے آپ سے پہلے مختلف بستی والوں میں سے جتنے نبی بھیجے سب آدمی ہی تھے، جن کے پاس ہم وحی بھیجتے تھے۔

پھر انبیاء علیہم السلام بیوی اور بچے بھی رکھتے تھے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً (الرعد۔۶)	اور ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیبیاں اور بچے بھی دیے

---

[1] بیان القرآن ج ۳ ص۸

انبیاء و مرسلین کھانا بھی کھاتے تھے، اور بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّآ اِنَّھُمْ لَیَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ وَیَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ (فرقان - ۲)

اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے، سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے۔

گویا یہ چیزیں بھی نبوت کے منافی نہیں ہیں، جن کو کچھ نادان منافی نبوت سمجھ رہے ہیں یہ تو خوبی کی بات ہے کہ انھی میں کا ایک آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے نوازا ہے، رسول بن کر آتا ہے اور راہِ حق کی طرف دعوت دیتا ہے۔

کسی اور قبیل کا نبی ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ یہ کون سا بڑا کمال ہے، کمال تو اس وقت سمجھا جاتا کہ انسان ہو کر، بال بچوں میں رہ کر، اور ان انسانی قویٰ کا حامل ہو کر اعتدال کی راہ اختیار کرتا۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ نبوت کی کیا ضرورت ہے، عقلِ انسانی کافی ہے، جواب یہ ہے کہ یہ سب وہم ہی وہم ہے، کچھ امور ایسے ہیں جن کی طرف رہنمائی عقل کے لئے آسان نہیں، جیسے آخرت اور نجات کا مسئلہ ہے، اس لئے بے حد ضروری تھا کہ مخلوق او خدا کے درمیان کوئی ایسا واسطہ ہوتا، جو ان مسائل کو کھول کر بتا سکتا اور اس طرح بندوں پر اتمامِ حجت کا کام بھی انجام پذیر ہو جاتا، اسی واسطے انبیاء علیہم السلام کے ذمہ یہ فرائض عاید کئے گئے۔

پھر جس عقل کو سہارا بنایا جا رہا ہے، کیا اس میں خردمندانِ جہان کے درمیان اختلاف نہیں ہوتا، ایک شخص ایک وقت کسی چیز کو نیکیوں کے خانہ میں جگہ دیتا ہے، دوسرا شخص ٹھیک اسی چیز کو اسی وقت موجب ہلاکت جانتا ہے، اگر عقل حسن و قبح کا درست فیصلہ کیا کرتی، تو پھر اس باب میں عقلاء کا اختلاف نہ ہوتا، مگر کون انکار کر سکتا ہے کہ ایسی بات نہیں ہوتی۔

پھر عقل احکام کا استقصار نہیں کر سکتی، اس لئے کہ کوئی بھی عقل مند ہو، اس کی سوجھ

محدود ہوگی، پوری دنیا کی اصلاح کا نقشہ مرتب کرنا انسانوں کے بس سے باہر کی بات ہے اور وہ بھی اس طرح کہ سب کا لحاظ و پاس ہو۔

پھر یہ بھی اپنی جگہ مسلم بات ہے کہ طبائع بشری اوہام پرست واقع ہوئے ہیں، عموماً انسان ایسے ہی ہوا کرتے ہیں، ایک مکان کے اندر کوئی مردہ ہو، اس کے پاس کسی عقلمند کو بٹھا دیجیے اور بتا دیجیے یہ مردہ ہے، مگر با ایں ہمہ وہ رہ رہ کر چونک اٹھے گا، اور خوفزدہ ہو کر بھاگنے کی سعی کرے گا حالاں کہ اس کو یقین ہے کہ یہ مردہ ہے بے بس ہے، مگر وہم اس کو چین سے بیٹھنے نہ دے گا۔

کوئی بھی عاقل ہو، اس کی عقل محدود ہوگی، ایک حد پر جا کر وہ ختم ہو جائے گی، کسی نے بڑی اچھی مثال دی ہے کہ عقل کی مثال اس ترازو کی ہے، جس سے سونا تولا جاتا ہے، کوئی اس سے پہاڑ وزن کرنا چاہے تو یہ ناممکن ہے۔

کتاب وسنت کی روشنی میں اس مسئلہ پر غور کرتے ہیں، تو یہاں بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ عقلِ انسانی محدود ہے، کوئی لامحدود شئی نہیں، رب العزت کا ارشاد ہے۔

(الف) وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا — اور تم کو تو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

(بنی اسرائیل - ۱۰)

(ب) وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ (بقرہ) — اور وہ (موجودات) اس کے معلومات میں سے کسی چیز کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لا سکتے۔

رہا سائنس کا مسئلہ، تو یہ بالکل عیاں چیز ہے کہ اس کا تعلق بھی عقل و تجربہ ہی سے ہے، اس سے حشر و نشر، حساب و کتاب، نیکی و بدی، دنیا و آخرت اور نجات و عدم نجات کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔

کوئی عقل و خرد سے ان مسائل کو معلوم بھی کر لے، تو ضروری نہیں کہ شریعت و عقل دونوں کے حکم میں موافقت بھی ہو۔

انھی وجوہ کی بنیاد پر ماننا پڑتا ہے کہ نبوت کا مسئلہ لازم و ضروری ہے، اس سے کوئی چارہ کار

انبیاء و مرسلین کھانا بھی کھاتے تھے، اور بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْأَسْوَاقِ (فرقان - ۲)

اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے، سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے۔

گویا یہ چیزیں بھی نبوت کے منافی نہیں ہیں، جن کو کچھ نادان منافیٔ نبوت سمجھ رہے ہیں یہ تو خوبی کی بات ہے کہ انھی میں کا ایک آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے نوازا ہے، رسول بن کر آتا ہے اور راہِ حق کی طرف دعوت دیتا ہے۔

کسی اور قبیل کا نبی ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ یہ کون سا بڑا کمال ہے، کمال تو اس وقت سمجھا جاتا کہ انسان ہو کر، بال بچوں میں رہ کر، اور ان انسانی قویٰ کا حامل ہو کر اعتدال کی راہ اختیار کرتا۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ نبوت کی کیا ضرورت ہے، عقلِ انسانی کافی ہے، جواب یہ ہے کہ یہ سب وہم ہی وہم ہے، کچھ امور ایسے ہیں جن کی طرف رہنمائی عقل کے لئے آسان نہیں، جیسے آخرت اور نجات کا مسئلہ ہے، اس لئے بے حد ضروری تھا کہ مخلوق اور خدا کے درمیان کوئی ایسا واسطہ ہوتا، جو ان مسائل کو کھول کر بتا سکتا اور اس طرح بندوں پر اتمامِ حجت کا کام بھی انجام پذیر ہو جاتا، اسی واسطے انبیاء علیہم السلام کے ذمہ یہ فرائض عاید کئے گئے۔

پھر جس عقل کو سہارا بنایا جا رہا ہے، کیا اس میں خردمندانِ جہان کے درمیان اختلاف نہیں ہوتا، ایک شخص ایک وقت کسی چیز کو نیکیوں کے خانہ میں جگہ دیتا ہے، دوسرا شخص ٹھیک اسی چیز کو اسی وقت موجبِ ہلاکت جانتا ہے، اگر عقل حسن و قبح کا درست فیصلہ کیا کرتی، تو پھر اس باب میں عقلاء کا اختلاف نہ ہوتا، مگر کون انکار کر سکتا ہے کہ ایسی بات نہیں ہوتی۔

پھر عقل احکام کا استقصاء نہیں کر سکتی، اس لئے کہ کوئی بھی عقلمند ہو، اس کی سوجھ

محدود ہوگی، پوری دنیا کی اصلاح کا نقشہ مرتب کرنا انسانوں کے بس سے باہر کی بات ہے اور وہ بھی اس طرح کہ سب کا لحاظ و پاس ہو۔

پھر یہ بھی اپنی جگہ مسلم بات ہے کہ طبائع بشری اوہام پرست واقع ہوئے ہیں، عموماً انسان ایسے ہی ہوا کرتے ہیں، ایک مکان کے اندر کوئی مردہ ہو، اس کے پاس کسی عقل مند کو بٹھا دیجئے اور بتا دیجئے یہ مردہ ہے، مگر با ایں ہمہ وہ رہ رہ کر چونک اٹھے گا، اور خوفزدہ ہو کر بھاگنے کی سعی کرے گا حالاں کہ اس کو یقین ہے کہ یہ مردہ ہے بے بس ہے، مگر وہم اس کو چین سے بیٹھنے نہ دے گا۔

کوئی بھی عاقل ہو، اس کی عقل محدود ہوگی، ایک حد پر جا کر وہ ختم ہو جائے گی، کسی نے بڑی اچھی مثال دی ہے کہ عقل کی مثال اس ترازو کی ہے، جس سے سونا تولا جاتا ہے، کوئی اس سے پہاڑ وزن کرنا چاہے تو یہ ناممکن ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں اس مسئلہ پر غور کرتے ہیں، تو یہاں بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ عقلِ انسانی محدود ہے، کوئی لامحدود شئی نہیں، رب العزت کا ارشاد ہے۔

(الف) وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا — اور تم کو تو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

(بنی اسرائیل -۱۰)

(ب) وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ (بقرہ) — اور وہ (موجودات) اس کے معلومات میں سے کسی چیز کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لا سکتے۔

رہا سائنس کا مسئلہ، تو یہ بالکل عیاں چیز ہے کہ اس کا تعلق بھی عقل و تجربہ ہی سے ہے، اس سے حشر و نشر، حساب و کتاب، نیکی و بدی، دنیا و آخرت اور نجات و عدمِ نجات کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔

کوئی عقل و خرد سے ان مسائل کو معلوم بھی کر لے، تو ضروری نہیں کہ شریعت و عقل دونوں کے حکم میں موافقت بھی ہو۔

انھی وجوہ کی بنیاد پر ماننا پڑتا ہے کہ نبوت کا مسئلہ لازم و ضروری ہے، اس سے کوئی چارۂ کار

نہیں، اور انسان کی فلاح اسی میں ہے کہ وہ نبی کے ذریعہ ان مسائل مہمہ کو معلوم کر کے نجات کی راہ پر لگ جائے۔

خیال ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو نبی کی سی سمجھ عطا کر دیتا، اور سب پر امورِ دینیہ کو منکشف کر دیتا، مگر سوچنا چاہیئے کہ جب دنیاوی بادشاہ اپنے فرمان کے متعلق ایک ایک سے کہتا نہیں پھرتا، بلکہ جو حاشیہ نشین اور خاص سکرٹیری ہوتا ہے، اسی کے ذریعہ اپنے فرمان کی اشاعت کرتا ہے، تو پھر رب العالمین کے لئے یہ چیز کس طرح مناسب ہوتی، کہ مرکزیت کو ختم کر کے انتشار پیدا کر دیتا، اور خود ایک ایک سے کہتا پھرتا۔

اگرچہ اس مسئلہ کو دنیاوی مسئلہ پر کسی طرح ڈھالا نہیں جا سکتا، کیوں کہ دونوں میں کوئی مناسبت نہیں مگر سمجھانے کے لئے کہا جا سکتا ہے، کہ صدر کے لئے جس طرح وزرار کی ایک کیبنٹ ہوتی ہے، جو حکومت کے قوانین کا عوام میں نفاذ کرتی ہے، لوگوں کو نشیب و فراز سے آگاہ کرتی ہے، ہر چیز کی دیکھ بھال اس کے ذمہ ہوتی ہے، اور ان میں سب سے بڑا درجہ وزیر اعظم کو حاصل ہوتا ہے بغیر کسی تشبیہ کے سمجھ لیجئے انبیار کرام بھی رب العالمین کے وزرار معصوم ہوتے ہیں اور ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وزیر اعظم کی حیثیت حاصل ہے۔

انبیار علیہم السلام کا کام انسانوں کی مَلکی و روحانی قوت کی تربیت کرنا ہے، اسی وجہ سے شیطان کی بھی یہاں نہیں چلتی، حدیث میں آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان ہر جگہ وسوسہ ڈال سکتا ہے، مگر میرے معاملہ میں وہ میرے تابع کر دیا گیا ہے۔

انبیار علیہم السلام کی اس عظیم الشان صلاحیت و قوت کا انکار کر دینا ایسا ہے، جس طرح کوئی بچہ قوتِ عاقلہ اور ممیزہ کا انکار کر دے، پس جیسے بچہ کا یہ انکار معتبر نہیں، کسی انسان کا نبی کی استعداد سے انکار بھی معتبر نہیں ہو سکتا۔

رات دن ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ انسان میں بچپن سے بوڑھاپے تک عقل و خرد کی کتنی منزلیں طے ہوتی ہیں، کوئی کم کوئی زیادہ عقل مند ہوتا ہے، پھر اگر یہ کہا جاتا ہے کہ رب العزت نے اپنے

فضل و کرم سے انبیاء علیہم السلام کو اس سلسلہ میں سب سے بڑی قوت عطا کی، تو حیرت کی کیا بات ہے؟

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان کے اندر جو صلاحیتیں ہیں، ان کو ضائع نہ ہونے دیں، بلکہ اعتدال پر رکھ کر کام میں لگادیں۔

انسان میں دو طرح کے اخلاق پیدا کئے گئے ہیں، ایک وہ جن کو ہم اخلاقِ حسنہ کہتے ہیں دوسرے جو ان کے خلاف ہے، جن کو اخلاقِ سیئہ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، اخلاقِ حسنہ آدمی کے حالات کو سنوارتے ہیں، اور اخلاقِ سیئہ بظاہر ان کے برعکس ہیں، مگر سوچئے تو معلوم ہو کہ انسانی ترقی و حفاظت کے لئے ان کا آزاد چھوڑ دیا جانا ہی ضروری تھا، کیوں کہ اگر ان پر فطری طور پر کنٹرول کرلیا جاتا، تو ترقی کی رفتار سست پڑ جاتی، ہاں ان میں اعتدال پیدا کرنا ضروری تھا، اس لئے کہ اگر ان کو اعتدال کی راہ پر ڈالا نہ جاتا تو یہ نفع کے بجائے سراپا نقصان کا ذریعہ بن جاتے۔

اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کو اسی لئے بھیجا کہ یہ انسانوں کو بے جا جوش و خروش سے روکیں اور اس اخلاقِ سیئہ والی قوت کو مفید و کارآمد راستہ پر ڈال دیں، اس طرح کہ یہ بھی حسنہ کی صف میں آجاتے۔

غُصّہ ایک بُرا وصف ہے لیکن اگر اسے عزتِ نفس، عفت و عصمت کی حفاظت، اور اور غیرت دینی و ملی کے موقع پر استعمال کیا جائے، تو کون کہہ سکتا ہے کہ یہ بُرا کیا گیا، حرص ایک بُرا مرض ہے، مگر اگر اسی حرص کو کارِ خیر، دنیاوی جائز ترقی، اور اس طرح کے دوسرے موقعوں پر استعمال کیا جائے، تو کیا یہاں بھی اسکو بُرا ہی کہا جائے گا؟

اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء و رسل سے اسی طرح کا کام لیتے ہیں، فطری قوت ختم نہیں کرتے، بلکہ اسے جائز اور اچھے موقع پر صرف کرنے کی راہ بتاتے ہیں، کبھی ترغیب کے پیرایہ میں، کبھی ترہیب کے رنگ میں۔

عقل کی نارسائی کا حال تو یہ ہے کہ وہ ہر شخص کو یہ بات بھی نہیں بتاسکتی کہ تمھارے فلاں

مرض میں یہ دوائیں مفید ہوں گی، انسان اطباء اور ڈاکٹروں کی طرف مرض کے سلسلہ میں رجوع کرنے کے لئے اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے۔ اسی طرح سمجھ لیجئے کہ انسان اس سے کچھ زیادہ ہی مجبور ہے کہ وہ نجات و آخرت کے سلسلہ میں انبیاء علیہم السلام کی طرف رجوع کرے۔

پھر یہ مسئلہ اس وقت قابلِ بحث ہوتا، جب یہ کوئی نئی چیز ہوتی، نبوت کا مسئلہ تو تخلیقِ آدم کے ساتھ ساتھ ہے، جب سے انسان پیدا کیا گیا، نبی بھی بھیجے گئے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کا ہونا ضروری تھا، پھر نبوت کی عدم ضرورت پر زور دینا بے وقوفی نہیں تو اور کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس سلسلہ میں جب اعتراض کیا گیا تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ	آپ کہہ دیجئے میں کوئی انوکھا رسول تو ہوں نہیں
وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ	اور میں نہیں جانتا کہ مرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور
إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا	نہ تمھارے ساتھ، میں تو صرف اس کا اتباع کرتا
إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ (الاحقاف - ۱)	ہوں جو مرے پاس وحی کے ذریعہ آتا ہے اور میں
	تو صرف صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔

یعنی یہ مسئلہ تو تخلیقِ کائناتِ انسانی کے ساتھ ساتھ لگا ہوا ہے، پھر تم کو حیرت کیا ہے ہر عقل مانتی ہے کہ ہادی و پیغمبر کا ہونا ضروری ہے، ہاں یہ اس وقت حیرت کی بات ہوتی جب پیغمبر علمِ غیب کا دعوی کرتے، یہاں بڑی صفائی سے اعلان کیا جا رہا ہے کہ ہمیں جو حکم ہوتا ہے وہی کرتے ہیں اور جو چیز بتائی جاتی ہے وہی جانتے ہیں، اس سے زیادہ کچھ دعوی نہیں اور یہ مسلم ہے کہ رسول کی یہی شان ہونی بھی چاہیئے۔

کون نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اپنے ان برگزیدہ بندوں کے ذریعہ انسانوں کو بتایا کہ ان چیزوں کا رب العالمین کی طرف سے حکم ہے، اور ان کی ممانعت ہے، جو حکم الٰہی بجالائیں گے، ان کے لئے خوشخبری ہے، اور جنت و ثواب سے ان کو نوازا جائے گا، جو خلاف ورزی کریں گے وہ دوزخ کے ایندھن بنیں گے، تاکہ پھر بندہ کو یہ کہنے کا حق قانوناً باقی نہ رہے کہ ہمیں خبر نہ ہوئی۔ ارشاد ربانی ہے

لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لئے حجت کی بات نہ ہو سکے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں

"رسولوں کی بعثت کا مقصد یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور کے دائرہ میں لاکر کھڑا کردے، اسی وجہ سے اس نے اپنا حکم نبیوں کے پاس بھیجا، پھر اپنا نور ان میں القا فرمادیا اور اصلاح عالم کی تڑپ ان میں پیدا کردی۔"

چنانچہ انبیاء علیہم السلام کی زندگی سے اس کی تصدیق ہوتی ہے، کہ تبلیغ دین کا ان میں بے پناہ جذبہ ہوتا ہے، وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح بن پڑے بھٹکے ہوئے انسانوں کو مولیٰ حقیقی کے آستانہ پر لاکر ڈال دیا جائے، اس سلسلہ میں وہ ہر اذیت کو برداشت کرتے ہیں، ہر صبر آزما موقع کا مسکراتے ہوئے استقبال کرتے ہیں، اور ہر خار دار وادی سے گذر کر انسانوں کے پاس پہنچتے ہیں۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

آیا ہے تمہارے پاس رسول تم میں کا، بھاری ہے اس پر جو تکلیف تم کو پہونچے، حریص ہے تمہاری بھلائی پر، ایمان والوں پر نہایت شفیق مہربان ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن نے بتایا کہ آپ کا یہ حال تھا، کہ اصلاح عالم کے لئے بے چین تھے، لوگ راہ راست پر نہیں آتے، تو غم اتنا ہوتا کہ معلوم ہوتا کہ آپ اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالیں گے۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا (کہف ۔ ۱)

سو شاید آپ ان کے پیچھے غم سے اپنی جان دے دیں گے، اگر یہ لوگ اس مضمون پر ایمان نہ لائے

دوسرے انبیاء علیہم السلام کا بھی یہی حال تھا، قرآن میں اس سلسلہ میں کافی مواد ہے۔

رسول و نبی ہوتے تو انسان ہی ہیں، لیکن ان میں کچھ ایسی صفتیں ہوتی ہیں جو دوسرے عام

انسانوں میں نہیں ہوتیں، اللہ تعالیٰ ان کی فطرت کو نبوت کے لئے سنوار دیتا ہے، سلامتی اور اخلاق کے بڑے اونچے مقام پر پہنچا دیتا ہے، یہ ہمیشہ بھلی بات کہتے ہیں، عدل و انصاف سے کبھی سرمو انحراف نہیں کرتے، اور ان کے کارنامے اتنے شاندار ہوتے ہیں، کہ کوئی غیر نبی ان کا اس میں مد مقابل نہیں ہو سکتا۔

اخلاقِ رذیلہ، نفسانی خواہشات، اور دوسرے انسانی عیوب سے انبیاء علیہم السلام پاک ہوتے ہیں، من جانب اللہ ان کے قلب میں معروف کی محبت اور منکر کی نفرت جاگزیں ہوتی ہے، کوئی ایسی ویسی بات ان کی شان کے خلاف ان سے بلا قصد اگر سرزد ہونے کا خطرہ ہوتا ہے، تو رب العالمین حسن و خوبی سے اس سے ان کو بچا لیتا ہے، یہ ساری کارروائی ان کے ساتھ اس لئے ہوتی ہے، تاکہ یہ جو پیغام لائیں، وہ ہر طرح قابلِ اعتماد ہو۔

علاوہ ازیں بذریعہ فرشتہ ان کی حفاظت کی جاتی ہے، تاکہ ان سے دین کے معاملہ میں کوئی غلطی نسیان، یا اس طرح کی کوئی اور بات نہ ہو سکے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو غیب کا علم نہیں ہے۔

فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا لِيَعْلَمَ أَن قَدْ أَبْلَغُوا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا (الجن - ۲)

اور یہ اس وجہ سے کہ یہ معصوم ہوتے ہیں، ارشاد حق تعالیٰ ہے سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، ہاں مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو، تو اس پیغمبر کے آگے اور پیچھے محافظ فرشتہ بھیج دیتا ہے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ انھوں نے اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیئے، اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام احوال کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اور اس کو ہر چیز کی گنتی معلوم ہے۔

ابن کثیر اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں

انہ یحفظ رسلہ بملائکتہ لیتمکنوا من

اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی اپنے فرشتوں کے ذریعہ